دعا کی زبان وانداز بیان کا تجزیہ

مؤلف: ڈاکٹر محمد جواد سلماپور
مترجم: مولانا مقداد حیدر روحانی

دعا تمام انسانوں اور تہذیبوں میں مشترک اور شیعی تہذیب میں ایک خاص مقام کی حامل ہے۔ یہ زبان فطری اور تاریخی زبان اور حقیقی دعا کی ترجمان ہے جو فقیر محض اور غنی مطلق یعنی خداوند متعال کے بیچ ایک خاص ارتباط برقرار کرتی ہے۔ دعا کی زبان کی حقیقت نے اس زبان کو ایک ایسی خصوصیت عطا کی ہے جو اسے دوسری زبانوں سے جدا اور زبان عرفان سے نزدیک کرتی ہے۔ اس مضمون میں ائمہ اطہارؑ سے منقول دعاؤں خصوصاً حضرت امام سجادؑ کی صحیفہ سجادیہ سے فیض حاصل کرتے ہوئے، زبان دعا کی خصوصیتوں کو بیان کیا جائے گا۔

زبان دعا کی تاریخ، تاریخ بشر کی ہمزاد

دعا کی تاریخ انسان کی پیدائش اور ہبوط جناب آدم سے شروع ہوتی ہے۔ ضرورت کا احساس اور کمزوری ہمیشہ انسان کے ساتھ رہی ہے اور انسان شروع سے ہی اپنے آرام اور بقا کے لئے لازوال قدرت کی پناہ میں جانا ضروری سمجھتا رہا ہے اسی وجہ سے بشریت کی تاریخ کبھی بھی مبدا عالم پر توجہ اور اس کی درگاہ میں دعا سے خالی نہیں رہی۔ آیات و روایات میں حضرت آدمؑ اور حوّا کے ہبوط کے بعد کی بعض دعائیں بیان ہوئی ہیں[۱]۔ اسی طرح آیات و روایات میں دوسرے انبیائے الٰہی اور ان کی امّتوں کی زبانی بہت سی دعائیں نقل ہوئی ہیں۔ یہی دعاء اور عبادت انسانی حیات و تہذیب کے خاص باب کی شروعات ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دعا حیات انسانی کا جزء لاینفک ہے اور چاہے انسان کفر اور بت پرستی میں غرق ہو پھر بھی دعا کی زبان، اس کی زندگی کے ایک حصّہ میں بیان کے لئے زبان کھولتی ہے۔

۱۔ فعال عراقی، حسین، داستان ہای قرآن و تاریخ انبیا در المیزان، ج ۱، ص ۱۲۵

دعا کی زبان، فطرت میں پوشیدہ صلاحیت

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جملہ مخلوقات بشمول انسان کی حقیقت غنی مطلق کے سامنے اظہار فقر و نیاز کے علاوہ کچھ نہیں ہے[۱] اور یہ فقر وقتی نہیں ہے بلکہ ذاتی اور دائمی ہے اور فقر، فقیر اور مفتقربہ ایک ہی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں فقر عین تحقق ذات مخلوقات ہے اور اسی کے ذریعہ وہ خالق سے مرتبط ہیں اور اپنے وجود کو بچانے کے لئے خالق کی طرف رخ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس لئے ایسے وجود کی ذات سے ہرگز دعا کو الگ نہیں کیا جاسکتا ہے اگرچہ وہ اس حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان اپنی خلقت کی اصل اور بنیاد سے ہی ہمیشہ حالت دعا میں ہے جیسے کہ دعائے تکوینی کائنات میں گونج رہی ہے۔ اکثر انسان شہوت، قساوت اور جہالت کی وجہ سے اس زبان کے بیان سے غافل ہیں لیکن مصائب کے بھنور میں پھنس جانے کے بعد جب پردے ہٹ جاتے ہیں تو فطری انحصار اور ذاتی فقر اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے اور اس وقت انسان بیدار ہوتا ہے، اضطرار کی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں پناہ لیتا ہے اور پورے خلوص کے ساتھ "یارَبّ" کہتا ہے:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ ترجمہ: وہ خدا وہ ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سیر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں تھے اور پاکیزہ ہوائیں چلیں اور سارے مسافر خوش ہو گئے تو اچانک ایک تیز ہوا چل گئی اور موجوں نے ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا اور یہ خیال پیدا ہو گیا کہ چاروں طرف سے گھر گئے ہیں تو دین خالص کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے لگے کہ اگر اس مصیبت سے نجات مل گئی تو ہم یقیناً شکر گزاروں میں ہو جائیں گے۔[۲]

۱۔ صدر المتألہین، محمد بن ابراہیم، الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار الاربعہ، ج ۲، ص ۱۳۱؛ ج ۸، ص ۱۱۰ و ۱۱۱

۲۔ سورہ یونس آیت ۲۲

زبان دعا عالم بشریت کی مشترکہ زبان

دعا کی تاریخ ،اس کی فطری منشا اور زبان دعا کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کی زبان ،آفاقی اور تمام انسانوں کے بیچ واحد مشترکہ زبان ہے جسے سکھانے کی ضرورت نہیں ہے اور نسل ، جغرافیائی سرحدیں اور زمانہ کے اختلافات کے باوجود یہ زبان تمام انسانوں میں مساوی طور پر موجود ہے۔التفات اور توجہ اس استعداد کے کھلنے اور بالفعل ہونے کا اہم ترین راستہ ہے اور اگر دینی رہنماؤں نے دعا کے سلسلہ میں کچھ باتیں بتائی ہیں تو وہ زبان دعا کی تعلیم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی افادیت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

مختلف ادیان وملل میں زبان دعا کا مشترک ہونا، وحدت بشریت کا اہم محور ہے اور اسے ہر دور میں مختلف انسانوں کی ہمدلی کی زبان قرار دیا جاسکتا ہے۔ دعا کی زبان تمدنوں اور مذاہب کے بیچ گفتگو کا بہترین ذریعہ ہے جو ابھی تک غفلت کا شکار تھا۔ یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اگرآج بہت سی عرفانی تعلیمات مختلف ادیان میں ایک جیسی ہیں یا ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں یا اگر مثنوی معنوی میں مولانا روم کا بیان مختلف ادیان کے ماننے والوں میں خصوصاً یورپ اور امریکہ میں مقبول ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں دعا کی زبان سے کام لیا گیا ہے اور زبان عرفان ،زبان دعا سے بہت قریب بلکہ اس کی ہمزاد ہے۔

زبان دعا کی حقیقت

دعا کی زبان کا بیان وجودی

زبان دعا الفاظ اور تکلم جیسی نہیں ہے جو فضائے ذہن سے نکلتی ہے،اسی طرح مفاہیم کو پیش کرنے والے نشانوں اورعلامتوں کی طرح بھی نہیں ہے، بلکہ یہ انسانی وجود کا ایسا عنصر ہے جو تمام انسانوں میں اختلاف زبان کے باوجود مشترک ہے۔ دعا کی زبان میں کیونکہ حقیقی مخاطب خداوند متعال ہے لہٰذا الفاظ موضوعیت نہیں رکھتے، اگرچہ جب دعا الفاظ کے پیکر میں زبان پر جاری ہو کر خداوند متعال کے سامنے پیش ہوتی ہے تو زیادہ تاثیر گذار ہوتی ہے اور اسی وجہ سے ہمارے ائمہ اطہارؑ نے سفارش کی ہے کہ ہم اپنی ضرورتوں کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں الفاظ کی شکل میں اور زبان سے پیش کریں۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ یعلم مایُرید العبد اذا دعاہ ولکنہ یُحب ان تبثَّ الیہ الحوائج فاذا دعوت فسم حَاجَتُکَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ بندہ دعا میں کیا طلب کر رہا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی بارگاہ میں اپنی حاجت کو بیان کیا جائے۔[1]

زبان دعا، عام زبان سے برتر

دعا کی زبان کو بہتر سمجھنے کے لئے ہم عام زبان کا تجزیہ کرتے ہوئے دعا کی زبان سے اس کا موازنہ کریں گے۔ عام زبان میں کبھی کبھی کلمات اور الفاظ بغیر اس کے کہ متکلم کے ذہن میں اس کا مفہوم بھی ہو زبان سے نکلتے ہیں، اور متکلم بنیادی طور پر ان کے استعمال کا ارادہ نہیں رکھتا۔ ٹھیک ایسے جیسے نیند میں انسان بڑبڑاتا ہے لیکن ان الفاظ کا کوئی معنی و مقصد نہیں ہوتا ہے، اس طرح سے اللہ تعالی کے سامنے درخواست پیش کرنے کو دعا نہیں کہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

اذا دعا احدکم للمیت فلا یدعو لہ و قلبہ لاہ ولکن لیجتھد لہ فی الدعاء۔[2]

دعا کے دوسرے مرحلہ میں دعا کرنے والا الفاظ کے معانی سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور وہ اس خاص معنی کا قصد بھی کرتا ہے۔ اس مرحلہ کو علمائے اصول فقہ دلالت تصدیقی کے نام جانتے ہیں[3]۔ دوسروں سے ارتباط برقرار کرنے کے لئے الفاظ کے ذہنی معنی ہی کفایت کرتے ہیں اور مخاطب، متکلم کے الفاظ کے ظاہری معنی کو اس سے نسبت دے سکتا ہے۔ الفاظ کے یہ ذہنی معنی ممکن ہے متکلم کے دل میں بھی ہو اور ہو سکتا ہے اس کا دل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اس طرح کی دعا بھی حقیقی دعا نہیں ہے اور دعا کرنے والا فقط عام زبان میں دعا کرتا ہے اور زبان دعا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ روایتوں میں اسے غافل یا ساہی کی دعا کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

عام زبان میں الفاظ معانی ذہنی پر تکیہ کرتے ہیں لیکن اس کے بعد دوسرا مرحلہ بھی ہوتا ہے جب معنی نفس کے اندر عینی طور پر موجود ہوتا ہے اور دعا اس وجود عینی کی بنیاد پر ظاہر ہوتی ہے نہ کہ وجود ذہنی کی بنیاد پر۔ ایسے میں پہلے زبان دعا جو زبان عرفان سے قریب ہے، محقق ہوتی ہے اور پھر ممکن ہے کہ مانوس الفاظ

۱۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج ۴، ص ۲۲۵

۲۔ ایضاً، ص ۲۲

۳۔ نائینی، میرزا محمد حسین، فوائد الاصول، ج ۳، ص ۱۴۰ و ج ۴، ص ۱۶۷

کے قالب میں زبان پر بھی جاری ہو جائے لیکن یہ الفاظ سارے معانی کو عام بشر کے لئے بیان نہیں کر پاتے ہیں اور مخاطبان بشری اس دعا کے الفاظ سے اپنی وسعت کے اعتبار سے کچھ معانی اخذ کرتے ہیں۔ اس طرح کے بیان میں وجود عینی معنی، نفس انسان میں ظاہر ہونے سے قبل، اللہ تعالی کی بارگاہ میں موجود رہتا ہے۔[1]

قرآنی آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند متعال نے تمام حوائج انسانی جو کہ تکوینی طور پر اس کے لئے ضروری تھیں اور دوسری بہت سی اہم ضرورتوں کو قبل اس کے کہ انسان ان کی طرف متوجہ ہو، اسے عطا کر دیا۔

البتہ اگر کسی وجہ سے کوئی نعمت انسان سے سلب ہو جاتی ہے، تو وہ اس اہم چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خداوند کریم سے دوبارہ اس چیز کی عطا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے دعا کو زبان پر جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام علیؑ نے مناجات شعبانیہ میں اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

...وَتعلم مَا فِی نَفسی وَتخبر حَاجَتی وَتعرف ضَمیری وَلاَ یَخفی عَلَیكَ امر منقلبی وَمَثوای وَمَا ارید اَن ابدی بِه مِن مَنطقی و اتفوه بِهِ مِن طَلَبتی وَارجوه لعاقبتی[2]۔

ترجمہ: پالنے والے تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے، اور میری حاجت کو جانتا ہے، میری ضمیر سے واقف ہے۔ میری آخری منزل اور دائمی اقامت گاہ تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور جو کچھ زبان پر لانے والا ہوں اپنی عافیت کے لئے تو ان سے واقف ہے قبل اس کے کہ میں ان کا اظہار کروں۔

امام سجادؑ نے صحیفہ سجادیہ کی دعاوں میں بارہا اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسے فضل پروردگار کا لازمہ جانا ہے:

بَل مَلَکتَ یَا الٰهی اَمرَ هُم قَبلَ اِن یَملِکُوا عِبادَتَكَ وَاَعدَدتَ ثَوابَهُم قَبلَ اَن یَفیضُوا فِی طَاعَتِكَ وَذَالِكَ اَنَّ سُنتك الافضال وَ عَادَتَكَ الاَحسَانُ وَ سَبیلَكَ العَفوُ۔ ترجمہ: جب کہ ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ میرے کردگار تو ان کے اختیار عبادت کے پہلے سے خود ان کا صاحب اختیار ہے اور تو نے ان کے مسلسل اطاعت کرنے سے پہلے ہی ان کا

۱۔ اِنَّ اللہ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرءِ وَقَلْبِهٖ (سورہ انفال، آیت ۲۴)
۲۔ قمی، عباس، مفاتیح الجنان، ص ۲۶۸

ثواب مہیا کردیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تیری سیرت فضل و کرم ہے اور تیری عادت احسان ہے اور تیرا راستہ معاف کردینے کا ہے۔[۱]

يَا اِلٰهى فَلَكَ الحَمدُ فَكُم مِن عَائِبَةٍ سَتَرتَهَا عَلَيَّ فَلَم تَفضَحنى وَكَم مِن ذَنبٍ غَطَّيتَهُ عَلَيَّ فَلَم تَشهَرنِي وَكَم مِن شَائِبَةٍ اَلمَمتُ بِهَا فَلَم تَهتِك عَنّي سِترَ ها..۔

ترجمہ: خدایا تیرا شکر ہے کہ میرے کتنے ہی عیب ہیں جن کی تو نے پردہ پوشی کی اور مجھے رسوا نہیں کیا اور کتنی ہی خطائیں ہیں جن کا میں نے ارتکاب کیا ہے لیکن تو نے ان کے پردے کو چاک نہیں کیا ہے اور تو نے بدترین ننگ و عار کا متحمل نہیں بنایا ہے۔[۲]

دعا کا غیر لفظی ہونا

زبان دعا کی حقیقت بے جان لفظ کی طرح نہیں ہے بلکہ درخواست کے عینی ہونے پر توجہ ہے اور اسی وجہ سے داعی کو ایک مضبوط مدعو (خداوند متعال) سے مربوط کرتی ہے اور ایک جذب وانجذاب معنوی ہے۔ فقیر علی الاطلاق کو غنی علی الاطلاق سے جوڑتی ہے۔ اس لئے تمام حقیقی دعائیں عبادت ہیں۔فسمیت دعائك عبادة۔[۳] دوسری طرف تمام عبادتیں بھی دعا ہیں۔اس لئے صاحب تفسیر المنار کا یہ کہنا کہ ہر عبادت دعا نہیں ہے، معتبر نہیں ہے کیونکہ ہر حقیقی عبادت میں دعا پوشیدہ ہے۔ہر عبادت میں انسان اپنے فقر کے ساتھ غنی مطلق کی طرف رخ کرکے اسے پکارتا ہے اور اپنے فقر کو دور کرنے کی درخواست کرتا ہے۔دوسری دلیلیں بھی اس حقیقت پر قائم کی گئی ہیں جو کہ اس مضمون کے بساط سے باہر ہے[۴]۔

دعا کی زبان کا غیر وضعی ہونا

دعا کے ذریعہ ہم کسی درخواست یا ضرورت کو اللہ تعالی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔اس میں بیان و معنی متحد ہوتے ہیں اور الفاظ ارادہ کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ الفاظ معنی میں فانی یا معانی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۷، بند ۷
۲۔ ایضاً، دعا۱۶، بند۲۱
۳۔ ایضاً، دعا ۴۵
۴۔ طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۲

کے آئینہ دار ہوں جیسا کہ عام زبان میں ہوتا ہے، اس لئے وضع اور قرار داد کا جو کہ عام زبان کی اساس ہے[1] اس میں دخل نہیں ہے اور اگر زبان سر، زبان دعا کی ترجمان ہوتی ہے اور دعا الفاظ کے شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور قلب، ذہن اور زبان سر باہم ، ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ الفاظ ارادہ کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں اور الفاظ کے حقیقی معنی نفس میں موجود ہیں اور پھر دعا اس وقت عام زبان کے مرتبہ تک تنزل کرتی ہے اور انشائی اور طلبی جملات کی شکل میں ادا ہوتی ہے ۔

دعا کی زبان، حقیقی اور مجازی دعا کا معیار

زبان دعا کے بارے میں اب تک جو ہم نے بتایا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر دعائیں حقیقی نہیں ہوتی ہیں بلکہ داعی اور دعا دونوں مجازی ہیں ۔ مجازی دعا میں استجابت کی قابلیت نہیں ہوتی اور اکثر لوگوں کی دعاؤں کے مستجاب نہ ہونے کا راز یہی ہے۔ داعی صرف زبان اور الفاظ سے دعا کرتا ہے۔ مثلاً :

۱۔ دعا کرنے والا عام زبان میں اپنی درخواست کو خداوند عالم کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن اس کی درخواست عینی طور پر اس کے دل میں نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی درخواست کا معنی اور مفہوم ذہنی ہوتا ہے اور علم حصولی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ علم حضوری سے ۔ ایسے دعا کرنے والے کی دعا فقط لقلقہ زبان ہے اور ذہن اور معانی الفاظ کے متحد ہونے کی علامت ہے ۔ رسول اللہؐ نے ایسے شخص کی دعا کو دعائے غافل اور امام صادقؑ نے دعائے ساہی کا نام دیا ہے جو استجابت کے لائق نہیں ہے۔

واعلموا ان الله سبحانه لا يستجيب دعاء من قلب غافل۔[2] ترجمہ : اور آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ غافل کی دعا کو قبول نہیں کرتا ہے۔

قال الصادقؑ : ان الله لا يستجيب دعاء بظهر قلب ساه فاذا دعوت فاقبل بقلبك ثم استيقن بالاجابه ۔[3]

۱۔ خراسانی، محمد کاظم، کفایۃ الاصول، ص ۲۴
۲۔ فیض، محسن، المحجۃ البیضا، ج ۲، ص ۲۹۴
۳۔ ایضاً، ص ۲۹۴

۲۔ دعا کرنے والے کے دل میں دعا کی زبان موجود ہوتی ہے لیکن توجہ کے فقدان اور علم کی محدودیت کی بناپر داعی واضح طور پر اسے نہیں دیکھتا، اس لئے زبان سے کچھ کہتا ہے اور دل سے کچھ چاہتا ہے یعنی جو زبان سے کہہ رہا ہے وہ دل کی طلب کے خلاف ہے۔

امیرالمومنینؑ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللهم انی اعوذبك من الفتنه ، حضرتؑ نے اس سے فرمایا : اراك تتعوذ من مالك و ولدك ! يقول الله تعالى : انما اموالكم و اولادكم فتنة ولكن قل: اللهم انى اعوذبك من مضلات الفتن ۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں :واعرف طريق نجاتك و هلاكك كيلا تدعو الله بشئ منه هلاكك وانت تظن فيه نجاتك۔[1]

البتہ خداوند متعال نے کیونکہ استجابت کو امتنان سے متعلق قرار دیا ہے لہٰذا زبان دعا کے ساتھ بیان کی گئی حاجت پر توجہ کرتا ہے نہ کہ عام زبان کی دعا پر۔

۳۔ کبھی دعا کرنے والا دعا کی زبان سے دعا کرتا ہے لیکن عام زبان کے قواعداور دستور سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے الفاظ کو درست ادانہیں کرتااور اس صورت میں زبان دعا، عام زبان سے الگ ہوجاتی ہے جب کہ الفاظ دعا کی صحت شرط اجابت دعانہیں ہے لیکن شرط ادب حضور قلب ہےاور عالی تر نتیجہ میں موثر ہے۔

حضرت امام جوادؑ نے فرمایا: ... ودعائه اليه من حيث لا يلحن به منزله مدح ۔

اس قسم کی دعا بھی حقیقی دعا نہیں ہے کیونکہ حضرت اس کے بعد فرماتے ہیں :" ان الدعا الملحون لا يصعد الى الله"۔ترجمہ: دعائے ملحون اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں پہنچتی ہے۔

اجابت دعا لطف عظیم ہےاور ملحون دعا کی اجابت اس لطف کے خلاف ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی فرمایش بھی اس معنی کی مؤید ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

۱۔المحجۃ البیضا،ج ۲، ص ۲۹۴

"ان الرجل الاعجمی من امتی لیقرء القرآن بعجمته فترفعه الملائکة علی عربیته"[۱]۔ ترجمہ: عجم کا رہنے والا میرا امتی قرآن کو عجمی لہجہ میں پڑھتا ہے لیکن فرشتہ اس کی قرائت کو فصیح عربی میں آسمان پر لے جاتے ہیں۔

۴۔ کبھی داعی عام زبان میں دعا کرتا ہے اور خدا کو پکارتا ہے اور اس سے سوال کرتا ہے لیکن اس کے دل میں زبان دعا موجود نہیں ہوتی، کیونکہ حقیقت میں وہ خدا کو نہیں پکارتا، اس کی نگاہ عام اسباب پر رہتی ہے، وہ فقط زبان سے خدا کو پکارتا ہے لیکن دل سے ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتا ہے۔[۲] اس طرح کی دعا بھی استجابت کے قابل نہیں ہے۔ حضرت امام سجادؑ کی نظر میں دعائے حقیقی کا لازمہ ظاہری اسباب سے مکمل انقطاع اور اخلاص ہے:

اللھم اِنّی اَخلَصتُ بِانقِطاعی اِلیكَ وَاَقبَلتُ بِکُلّی عَلَیكَ وَصرفتُ وَجهی عَمَّن یحتاجُ اِلی رَفدِكَ... وَرَایتُ اَنَّ طَلَبَ المُحتاجِ اِلی المُحتاجِ سَفَهٌ مِن رَایِهِ و ظَلَّةٌ مِن عَقلِهِ فَکَم قَد رَایتُ یا اِلٰهی مِن اُناسٍ طَلَبُوا العِزَّ بِغَیرِكَ فَذَلّوا وَ رامُوا الثَّروَةَ مِن سِواكَ فَافتَقَرُوا وَ حَاوَلُوا الاِرتِفاءَ فَاتَّضَعُوا۔

ترجمہ: خدایا مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں۔ اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں، میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑ لیا ہے جو خود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹالیا ہے جو خود بھی تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں۔ اور میں نے یہ اندازہ کرلیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکر کی نادانی اور عقل کی گمراہی ہے۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے تیرے غیر سے عزت کا تقاضا کیا وہ ذلیل ہوگئے۔ اور جنہوں نے تیرے علاوہ کسی اور سے دولت کا سوال کیا وہ حقیر ہوگئے،

۱۔ اصول کافی، ج ۴، ص ۴۲۴
۲۔ المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۲

انہوں نے بلند ہونا چاہا تھا لیکن پست ہوگئے تو ان سب کا انجام دیکھ کر وہ ہوش مند ہوش میں آگیا جسے نگاہ عبرت نے توفیق فراہم کردی اور اسے اس کے انتخاب کا سیدھا راستہ دیکھا دیا۔[1]

زبان دعا کی خصوصیات

زبان دعا علم حضوری پر مبنی

حقیقت زبان کے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقی دعا میں ضرورتیں فقط مفاہیم اور تصورات ذہنی نہیں ہیں بلکہ وجود انسان میں موجود ہیں اور اگر زبان دعا، زبان سر سے متحد ہو جائے تو الفاظ دعا علم حصولی سے حاصل ذہنی مفاہیم پر متکی نہیں ہوں گے بلکہ واقعی ضرورت کے ترجمان ہوں گے۔

زبان دعا علم اور یقین پر مبنی

جب زبان دعا علم حضوری پر مبنی ہوگی تو اس کا بیان یقین واقعی پر مبنی ہوگا نہ کہ یقین اعتقادی پر یا ظن وگمان پر جس میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ انسان کا کلام علم حصولی کی محدودیت کی وجہ سے اکثر الفاظ کے ظنی معانی پر مبنی ہوتا ہے جسے اس نے اپنے ذہن میں ذخیرہ کر رکھا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ معانی اور ذہنی نیت کے بیان کے لئے لفظوں کے انتخاب میں ممکن ہے اشتباہ میں پڑ جائے کیونکہ الفاظ اور معنی کا ارتباط، علم حصولی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ عام زبان یا زبان سر ہمیشہ یقین اور صدق پر مبنی ہوتی ہے لیکن زبان دعا ہمیشہ یقین پر مبنی ہوتی ہے کیونکہ معنی حقیقت میں زبان کے ساتھ اتحاد حقیقی کے طریقہ سے متحد اور ایک ہے۔ زبان دعا میں موضوع اور موضوع لہ واحد ہے اسی لئے وضع اور اقسام وضع کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

یہ خصوصیت ائمہ اطہارؑ کی تمام دعاوں اور خاص کر صحیفہ سجادیہ میں قابل مشاہدہ ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی دعاوں کے فقرات کے بہت سے الفاظ، زبان دعا کی ترجمانی کرتے ہیں، اس لئے یہ فقرات رایت[2]، وجدت، علمت، وایقنت[3] جیسے الفاظ سے شروع ہوتے ہیں جو یقین پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۲۸، بند۱-۷

۲۔ایضاً، دعا ۲۸

۳۔ایضاً، دعا۱۲

صحیفہ سجادیہ کی دعاؤں کا باریکی سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سجادؑ کی کسی بھی دعا میں شک اور تردید دکھائی نہیں دیتا ہے اور بنیادی طور پر جو مطالب اور حاجات ذکر ہوئے ہیں، ان میں ظن اور گمان کا کوئی شائبہ نہیں ملتا، چہ جائے کہ شک وتردید اور ان دعاوں میں استجابت پر یقین موجزن ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دعاوں کے تمام جملے طلبی اور انشائی ہوتے ہیں جن کے ظاہر میں صدق اور کذب (سچ اور جھوٹ) نہیں پایا جاتا ہے، لیکن ان کو اخباری جملوں میں بدلا جاسکتا ہے جو کہ واقع اور نفس الامر کی حکایت کرتا ہے، اس لئے اس خصوصیت سے یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ کیونکہ دعاوں میں صدق اور کذب نہیں ہوتا، تو ان کا مقطوع اور مظنون ہونا بھی بے معنی ہے۔ حضرت امام سجادؑ فرماتے ہیں:

> اَللّٰهُم فَهَا اَنَا ذَاقَد جِئتُکَ مُطیعاً لِاَمرِکَ فِیما اَمَرتَ بِہٖ مِنَ الدُّعَا مُتَنَجِّزاً وَعدَکَ فِیمَا وَعَدتَ بِہٖ مَنَ الاِجابَۃِ اِذ تَقولُ۔ ترجمہ: اب میں تیرے سامنے اس امر کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں کہ تونے دعا کا حکم دیا ہے اور اس وعدہ کی وفا کا طلبگار ہوں جو تونے دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔[1]

زبان دعا، داعی کے رتبہ وجودی کی ترجمان

انسان کا رتبہ وجودی ایک تشکیکی امر ہے اور انسانوں کے مراتب قرب اور فقر وجودی کی مقدار متحرک اور متفاوت ہے۔ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ اس مرتبہ وجودی پر فائز ہیں کہ تمام فرشتوں سے بالاتر ہیں اور ان کا وجودی رتبہ، پروردگار کے وجود مطلق کے رتبہ کے بعد قرار پاتا ہے اور تمام ملائکہ اور انسان کے مراتب ان کے بعد ہیں۔

زبان دعا، انسان کے رتبہ وجودی میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے زبان دعا، ہر امر سے پہلے داعی کے وجودی رتبہ اور میزان فقر کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کلام کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ داعی لازمی طور پر زبان دعا کے ساتھ اور خود اپنی دعاوں میں، اپنے رتبہ وجودی کا مشاہدہ اور درک کرے البتہ اگر چاہے تو دعا کے تجزیہ اور زبان دعا کے درک کے ساتھ، اپنے وجود میں خداوند عالم کے طئے اپنے میزان فقر کو سمجھ سکتا ہے۔ ائمہ معصومینؑ کی دعاؤں خاص کر صحیفہ سجادیہ کی دعاوں میں، دعا حقیقی معنی میں ہے اور ان کی حلاوت کا راز بھی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۳۱، بند۱۱

یہی ہے۔ اسی لئے معصومینؑ کی دعاوں میں ''کلم الناس علی قدر عقولھم ''کا معیار نہیں پایا جاتا ہے بلکہ آپ حضرات نے اس اصل کو عام زبان میں اور وہ بھی عام لوگوں کے لئے رعایت کی ہے، خواص کے لئے نہیں، لیکن زبان دعا میں اس اصل کی رعایت نہیں کی گئ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے ائمہ معصومینؑ کی دعاوں سے عوام استفادہ نہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت امام سجادؑ فرماتے ہیں: ... واقبلت بکلی علیک...۔ تمام وجود کے ساتھ تیری طرف رخ کیا ہے[۱]۔

زبان دعا، فطرت کی ترجمان

فقر، داعی (دعا کرنے والے) کی عین ذات ہےاور غنا مدعو یعنی خداوند متعال کی حقیقت ہے۔ پس انسان کی ذات اور فطرت، فقر پراستوار ہے لہذا احساس فقراور نیازایک فطری احساس ہے۔ بنیادی طور پر انسانی فطرت کی خداجوئی، حقیقت طلبی، فضیلت طلبی، زیبائی طلبی وغیرہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی ذات عین فقر ہے اور وہ اپنی تمام ضرورتوں کو خدا کی ذات میں پاتا ہےاور دعا بھی کسی چیز کا خداوند متعال سے طلب کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان دعا حقیقت میں زبان فطرت اور اس کی ترجمان ہے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کی گئ تمام حقیقی دعائیں کسی نہ کسی شکل میں اس کے فقر وجودی کی مظہر ہیں، جہاں ہم اپنے فقر کے ایک گوشہ کو اللہ تعالی کے سامنے پیش کرکے اس کی رحمت کو تلاش کرتے ہیں۔ صحیفہ سجادیہ کی ساری دعائیں آئینہ فقر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس صحیفہ میں زبان دعا، ایک طرف سے داعی کے فقر وجودی کا مظہراور دوسری طرف داعی کی وسعت وجودی کے مطابق مدعو کے غنا کا مشاہدہ اور تیسری طرف فقیر اور غنی کے بیچ رابطہ کی نوعیت کا اظہار ہے۔ صحیفہ سجادیہ کا ہر فقرہ ضمنی یا صریحی طور پران تینوں میں سے ایک کو بیان کر رہاہے۔

حضرت امام سجادؑ اس طرح دعا کرتے ہیں:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۸

اَللّٰھُمّ یَا مُنتَھی مَطلَبِ الحَاجاتِ وَیَا مَن عِندَہُ نَیلُ الطَّلِبَاتِ... تَمَدَّحتَ بِالغِنَاءِ عَن خَلقِکَ وَ اَنتَ اَھلُ الغِنی عَنھُم وَ نَسَبتَھُم اِلَی الفَقرِ وَ ھُم اَھلُ الفَقرِ اِلَیکَ فَمَن حَاوَلَ سَدَّ خَلَّتِہِ مِن عِندِکَ وَ رَامَ صَرفَ الفَقرِ عَن نَفسِہِ بِکَ فَقَد طَلَبَ حَاجَتَہُ فی مَظَانِّھا و اتی طَلِبَتہُ مِن وجھِھا۔

ترجمہ: پروردگارا! اے حاجت طلب کرنے کی منزل آخر۔ اور اے وہ جس کی بارگاہ سے مقاصد حاصل ہوتے ہیں... تو نے اپنی تعریف ہی یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تو نے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعاً تیرے محتاج ہیں لہٰذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے، اس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے۔[1]

لَکَ یَا اِلٰھی وَحدانِیّۃُ العَدَدِ وَ مَلَکَۃُ القُدرَۃِ الصَّمَدِ وَ فَضیلَۃُ الحَولِ وَ القُوَّۃِ وَ دَرَجَۃُ العُلُوِّ و الرِّفعَۃِ وَ مَن سِوَاکَ مَرحُومٌ فِی عُمُرِہ مَغلُوبٌ عَلَی اَمرِہَ مَقھُورٌ عَلَی شَانِہِ مُختَلِفُ الحالاتِ مُتَنَقِّلٌ فِی الصِّفاتِ۔ ترجمہ: میرے مالک عدد کی یکتائی بھی تیرے لئے ہے اور بے نیازی کی قدرت بھی تیری ہے۔ ساری قوت و طاقت اور درجات کی بلندی و رفعت سب تیرے لئے ہے۔ تیرے علاوہ جو بھی ہے وہ اپنی زندگی میں بھی تیرے رحم کا محتاج ہے اور اپنے معاملات میں بھی مغلوب ہے اور اپنی شان میں بھی تیرے زیر اقتدار ہے۔ سب کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور سب کے صفات میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔[2]

... وَ بِفَقری اِلَیکَ وَ غِناکَ عَنّی فَاِنّی لَم اُصِب خَیراً قَطُّ اِلّا مِنکَ وَلَم یَصرِف عَنّی سوءً قَطُّ اَحَدٌ غَیرُکَ... ترجمہ: اور میں اس کے بارے میں تیرا محتاج ہوں اور تو مجھ سے بے

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱۳، بند ۱ و ۲؛ ۱۱-۱۳
۲۔ ایضاً، دعا ۲۸، بند ۱۰

نیاز ہے، میں نے تیرے بغیر کوئی خیر حاصل نہیں کیا ہے اور مجھ سے شر کو تیرے علاوہ کوئی بھی روک نہیں سکتا ہے۔[۱]

زبان دعا، احساس کی ترجمان

حقیقت دعا، داعی اور مدعو کے بیچ جذب اور انجذاب پر مبنی ہے۔ دعا میں ہر بیان محبت اور شوق میں لپٹا ہوا ہے، اس لئے زبان دعا میں عشق اور محبت پوشیدہ ہے۔ بنیادی طور پر زبان دعا اس عشق کو بیان کرنے والی اور خود عین شوق اور عشق ہے یہاں تک کہ مدعو بھی اپنے عشق کو، داعی کی زبان دعا میں ڈال دیتا ہے اور خداوند متعال کے عشق کی خوشبو داعی کے مشام جان میں پہونچتی رہتی ہے۔

اسی وجہ سے حضرت امام سجادؑ کی دعاوں کے ہر فقرہ میں محبت کی آواز، عشق کا پیام اور ان حضرت کا بیان شوق پوشیدہ ہے۔ اس سے امام سجادؑ کے لئے اللہ تعالی کے عشق کی بو بھی آتی ہے۔ اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے دعا کرنے والا اگر اپنی دعاوں میں شوق اور عشق نہ پائے اور خداوند عالم کے عشق کی خوشبو کو محسوس نہ کر سکے تو وہ داعی مجازی ہے۔

ہمیشہ یہ توجہ رکھنا چاہئے کہ دعا کی زبان میں، خداوند عالم سے، اس کے لئے شوق اور عشق طلب کرنا[۲] اور یہ حقیقت کہ دعا حب پر مبنی عشق و شوق کا بیان ہے، دونوں میں فرق ہے۔ زبان دعا کی یہ خصوصیت کبھی کبھی اتنی صراحت کے ساتھ صحیفہ سجادیہ کی دعاوں میں آتی ہے کہ دعا اور زبان دعا سے ناواقف لوگ، دعاوں میں مبالغہ کا احساس کرتے ہیں، جبکہ زبان دعا میں، خداوند متعال سے عشق اور شوق کے اظہار میں ہر گز مبالغہ نہیں ہوتا اور بنیادی طور پر زبان دعا میں مبالغہ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور مبالغہ عام زبان سے مخصوص ہے۔ حضرت امام سید الساجدینؑ اپنی دعا میں فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ عَذَابِي مِمَّا يَزِدَ فِي مُلْكِكَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَلَو اَنَّ عَذابِی مِمَّا يَزِيدُ فی مُلكِكَ لِسَأَلْتُكَ الصَّبرَ عَلَيهِ وَ اَحبَبتُ اَن يَكُونَ ذَالِكَ لَكَ۔۔۔۔ ترجمہ: اگر میرے عذاب سے تیرے ملک میں

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۸، بند ۴

۲۔ الٰہی اغرس فی افئدتنا محبتك (مجلسی، علامہ محمد باقر، بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۱۵۳)

اضافہ ہو سکتا تھا تو میں تجھ سے اس کو برداشت کرنے کا سوال کرتا اور یہ چاہتا کہ یہ کام تیرے حق میں ہے تو ہو جائے۔[۱]

اللّٰھُمَّ اجعَل رَغبَتِی فِی مَسئَلَتِی مِثلَ رَغبةِ اَولِیائِکَ فِی مَسائِلِھِم...اللّٰھُم ھٰذِہٖ حاجَتِی فَاعظِم فِیھا رَغبَتِی۔ ترجمہ: خدایا میرے سوال میں میری رغبت کو ویسا ہی بنادینا جیسا تیرے اولیا اپنے سوال میں رغبت رکھتے ہیں ...خدایا یہ میری حاجت ہے اس میں میری رغبت بڑھادے۔[۲]

دعا کی زبان دل ودماغ کی ترجمان

دعا، شہودات غیبی اور مکاشفات اشراقی تک پہونچنے کا راستہ ہے اور کبھی کبھی داعی کی زبان دعا اس فضا کی خبر دیتی ہے۔ اس حالت میں زبان دعا، زبان عرفان سے نزدیک ہوتی ہے[۳]۔ البتہ اس وقت، اگر زبان دعا، عام زبان تک تنزل کرکے زبان پر جاری ہوجائے تو زبان دعا کا شہودی اور کشفی بیان جو کہ اخباری ہے، انشاکے قالب میں بدل جاتا ہے۔اسی لئے، معصومین علیہم السلام کی اس طرح کی دعاوں کو تھوڑی دقت نظر کے ساتھ اخباری جملوں میں بدلا جاسکتا ہے۔ حقیقت میں زبان دعا، بعض مواقع پر عقل بشری سے بالاتر اور زبان غیب میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وجود کے عالی ترین مقام کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ان مقامات تک پہونچنے میں رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت امام سجادؑ ایک مناجات میں اس طرح فرماتے ہیں:

الٰھی فاجعلنا من الذین ترسخت اشجار الشوق الیک فی حدائق صدورھم واخذت لوعة محبتک بمجامع قلوبھم فھم الی اوکار الافکار یاوون وفی ریاض القرب والمکاشفة یرتعون و من حیاض المحبه بکاس الملاطفه یکرعون وشرایع...۔ ترجمہ: میرے خدا! مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کے باغ میں تیرے شوق ملاقات کے پودے ہرے بھرے ہوں اور تیری سوز محبت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ بھری ہو، اسی وجہ سے وہ لوگ افکار عالی انس کے آشیانوں میں، نشیمن پاگئے اور مقام قرب و شہود کے باغوں میں چھل

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۵۰، بند ۶
۲۔ایضاً، دعا ۵۴، بند ۶
۳۔ تہرانی، جواد، عارف وصوفی چہ می گوید، ص ۱۳۸

قدمی کررہے ہیں اور تیری محبت کے سرچشمہ سے جام فیض کے ذریعہ سیراب ہو رہے ہیں اور صفاکی نہر میں پہونچ گئے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے پردے اٹھ گئے ہیں اوران کے باطن سے شک اور ریب کی تاریکی زائل ہو گئی ہے۔ تجھ سے عشق کتنا شیرین ہے، تیرے قرب کا شربت کتنا خوشگوار ! اے میرے اللہ مجھے اپنے مخصوص ترین آشناوں اور صالح ترین بندوں میں قرار دے۔[۱]

زبان دعا، انسان کی معنوی حالات کی ترجمان

زبان دعا نہ صرف یہ کہ عالم بشریت کی ایک خوبصورت حقیقت ہے بلکہ انسان کی روحی اور معنوی حالت کی ترجمان بھی ہے جوہ چشم بینا کو تمام خوبصورتیوں سے منصرف کرکے اپنے میں مشغول کر لیتی ہے۔ زبان دعاہی عالم تکوین کو خوبصورتی عطا کرتی ہے اوراس زبان میں تمام موجودات اس سے کلام کرتے ہیں اوراس کی تسبیح اور سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت امام سید الساجدینؑ فرماتے ہیں: الٰهی وزین لی التفرد بمناجاتک باللیل والنهار ۔ترجمہ: اے خدا دعااور مناجات کو شب وروز، حالت تنہائی میں میرے لئے خوبصورت بنا۔[۲]

دعا سکون کا ذریعہ

دعاایک آرام بخش دوا ہے اوراس سے داعی کے سکون واطمینان کا بھی پتہ چلتا ہے۔ حضرت امام سید الساجدینؑ فرماتے ہیں: واجعل لی عندک مقیلاً اوی الیه مطمئناً[3]. یا انس کل مستوحش غریب ۔[۴]

شک وتردید کا منحوس سایہ انسان کے اندر غم اور خوف طاری کرتا ہےاور روح کو مضطرب اور نامتعادل بناتا ہےاور صرف علم اوریقین کے ذریعہ ہی اس خوف واضطراب کو اپنے اندر سے دور کیا جاسکتا ہے۔خوف واضطراب کو دور کرنے کے دوسرے راستے وقتی ہیں:

واجعل قلبی واثقاً بما عندک ۔[۱]

۱۔ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۱۵۰و۱۵۱

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعاے ۴

۳۔ایضاً، دعاے ۴

۴۔ ایضاً، دعا۱۶

اور چونکہ دعا کرنے والا انسان دعا میں ایسی زبان میں کلام کرتا ہے جو کہ علم و یقین پر مبنی ہے لہٰذا دعا کے وقت شک اور تردید نہیں رہتا اور داعی پر سکون طاری رہتا ہے۔ حضرت امام سید الساجدینؑ مناجات المریدین میں فرماتے ہیں:

وفی مناجتک روحی و راحتی و عندک دواء علتی و شفآ غلتی و برد لوعتی۔ ترجمہ:

تیری مناجات میں میرے لئے خوشحالی اور آرام اور تیرے پاس میری بیماری کی دوا اور قلب کی تشنگی کا علاج اور میری سوزش جان کی تسکین ہے۔[۲]

انداز دعا کی لذت آفرینی

زبان دعا کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ داعی کے دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ یہ خصوصیت بھی زبان دعا کی ذاتی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے اگر داعی اس لذت اور سرور کو دعا کے وقت محسوس نہ کرے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تہ دل سے دعا نہیں کر رہا ہے اور اس کی دعا مجازی ہے۔

حقیقت دعا اور اس کی زبان کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی دعا کی حالت میں جذب اور انجذاب اور غنی مطلق سے فیضیاب ہونے میں مشغول ہوتا ہے اور یہ سارے فیوض و برکات زبان دعا اور داعی کی فقر وجودی کی وجہ سے ہیں۔ اسی وجہ سے دعا ذاتاً انسان کو مطلوب ہے اور اہل نظر کا ماننا ہے کہ دعا اصل اور اجابت اس کی فرع ہے لیکن افسوس کہ اکثر دعا کرنے والے کیونکہ فقط نوک زبان سے دعا کرتے ہیں اور انداز دعا سے دور ہیں اور اجابت کو مقصد اور دعا کو ذریعہ مانتے ہیں لہٰذا دعا کی لذت آفرینی سے محروم ہیں۔

اس سلسلہ میں دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ دعا مدعو اور باری تعالیٰ کے لئے بھی محبوب اور لذت بخش ہے اور داعی اور مدعو کے بیچ جذب اور انجذاب کا راز یہی ہے۔ ائمہ اطہارؑ کی دعاؤں کی کثرت کا راز بھی شاید یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس انداز دعا کو پسند کرتا تھا۔ حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۷

۲۔ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۱۴۸ و ج ۱۵، ص ۲۱۵

اِنَّ الْمُومِن لیدعو اللہ عزوجل فی حاجتہ. فیقول اللہ عزوجل اخروا اجابتہ شوقاً الیٰ صوتہ و دعائہ ۔ ترجمہ: اکثر مومن، خداوند کو اپنی حاجت کے لئے پکارتا ہے اور خدا حکم دیتا ہے کہ اس کی دعا کی اجابت میں تاخیر کرو کیونکہ میں اس کی آواز اور دعا کا مشتاق ہوں۔[1]

حضرت سید الساجدینؑ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں:

الھی من ذالذی ذاق حلاوۃ محبتک فرام منک بدلا؟ ومن ذالذی انس بقربک فابتغی عنک حولاً ۔ ترجمہ: اے میرے پالنے والے، کون ہے جو تیری محبت کی چاشنی کو چکھنے کے بعد تیرے علاوہ کسی دوسری چیز کو اپنا مقصود بنائے اور کون ہے جو تیرے قرب سے مانوس ہونے کے بعد تجھ سے چشم پوشی کرے اور طلب اور جستجو کے مقام پر کسی دوسری چیز کی خواہش کرے۔[2]

یاد رکھنا چاہئے کہ دعا کی لذت اور اللہ تعالی کے ذریعہ اجابت دعا کی لذت میں فرق ہے: اللھم واذقنی حلاوۃ المغفرۃ۔[3]

لہجہ دعا، ربوبی نظام علیت پر مبنی

ائمہ معصومینؑ کی دعاوں بالخصوص صحیفہ سجادیہ میں سببیت اور موثریت براہ راست اسما اور صفات الٰہی سے منسوب ہے۔ دعا میں، نظام ربوبی تمام حوادث کا علت محض ہے اور پروردگار کا مطلق ارادہ تمام امور میں بغیر کسی واسطہ کے جاری ہے۔ اسی لئے عرفان مکتب دعا سے نزدیک ترین مسلک ہے۔ عارفوں کے مسلک میں قاعدہ علیت بھی خالق عالم کے حتمی ارادہ کا معلول ہے اور جو کچھ اس عالم میں کثرت سے نظر آتا ہے، وہ حضرت ربُّ الارباب کے مقامات کی ایک تجلی ہے[4]۔ اسی وجہ سے حقیقی مکتب عرفان کی سنگ بنیاد معصومینؑ کی دعاوں میں ملتی ہے جو کہ زبان دعا کے اثر سے ہے۔

۱۔ اصول کافی، ج ۴، ص ۲۴۶

۲۔ بحار الانوار، ج۹۱، ص۱۴۸

۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۱۶، ص: ۸۷

۴۔ صدر المتالہین؛ محمد بن ابراہیم، الحکمۃ المتعالیہ فی اسفار الاربعا، ج ۲، ص ۳۰۰؛ صدر المتالہین؛ محمد بن ابراہیم، الشواہد الربوبیہ، ص ۵۰، ابن عربی، محی الدین، ص ۱۰۱؛ لاہیجی، عبدالرزاق، ص ۲۰۴

زبان دعا کی یہ خصوصیت تمام صحیفہ سجادیہ میں منعکس ہےاور حضرت امام سید الساجدینؑ نے بطور واضح ضمنی طور پر اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند نمونوں پر اکتفا کی جاتی ہے:

یا من لا تبدل حکمته الوسائل۔[1]

اَلحمدلله الذی خلق اللیل والنهار بقوته ومیز بینهما بقدرته وجعل لکل وَاحد منهما حداً محدودا ۔ ترجمہ: حمد اور تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے دن اور رات کو اپنی قوت سے خلق کیا اور اپنی قدرت سے ان دونوں میں جدائی ڈالی اور ہر ایک کے لئے اندازہ معین فرمایا۔[۲]

وَخَلَقَ لَکُم اللیل لِیَسکُنوا فیه مِن حَرکَاتِ التَّعب۔ خلق النَّهار مُبصراً لِیَبتَغوا فیه مِن فَضلِه وَلِیَتسببوا اِلی رِزقه۔ وَاَنزل عَلَینا نَفعَ هٰذِهِ السَّحاب و بَرکتها واصرف عَنَّا اذاها وَ مضرتها ۔ اللّٰهم اذهب مَحل بَلادِنا بِسقیاک و اخرج وحر صدورنا برزقک۔ ترجمہ: رات کو بنایا تاکہ سکون حاصل کریں، دن کو روشن بنایا تاکہ فضل خدا سے فائدہ اٹھائیں اور خدا کی عطا کردہ روزی ہاتھ آئے، ان بادلوں کی برکت اور نفع کو ہمارے لئے نازل فرما اور ضرر اور نقصان کو ہم سے دور فرما۔ خدایا ہماری سرزمین سے خشکسالی کو دور فرما اور بدبینی کو ہمارے سینوں سے خارج فرما۔[۳]

فَصَلِّ عَلَیْهِمْ وَعَلی الرّوحانِیّینَ مِنْ مَلائِکَتِکَ وَخُزّانَ المَطَرِ وَ زَواجِرِ السَّحَابِ ---- وَمُشّیعی الثَّلج و البَردِ والهابِطینَ مَعَ قَطر المَطَرِ اذا نَزَل والقُوّامِ علی خَزاین الرّیاحِ ۔[۴]

ترجمہ: خدایا ان پر اور اپنے ملائکہ کے تمام روحانی افراد پر اور بارش کے خزانہ داروں پر بھی اور بادلوں کے ہنکلانے والوں پر بھی اور برف کے ٹکڑوں اور اولوں کے لانے والوں پر اور بارش کے قطروں کے ساتھ نازل ہونے والوں پر اور ہواوں کے خزانوں کی نگرانی کرنے والوں پر۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۱۷، ص ۱۳

۲۔ ایضاً، دعا۶، بند۱ سے ۴

۳۔ ایضاً، دعا۳۶، ص ۱۶۴

۴۔ ایضاً، دعا۳

امام علیہ السلام ہلال اول ماہ کو دیکھ کر فرماتے تھے:

اٰمَنتُ بِمَن نَوَّرَ بكَ الظُّلَمَ وَ اَوضَحَ بِكَ البُهَمَ وَ جَعَلَكَ آيَةً مِن آياتِ مُلكِهِ وَ عَلامَةً مِن عَلاماتِ سُلطانِهِ وَامتَهَنَكَ بِالزِّيادةِ والنُّقصانِ ۔ترجمہ: میں ایمان لاتا ہوں اس پر جس نے تیرے وسیلہ سے تاریکیوں کو روشنائی عطا کی اور جسے دشواری سے حاصل کیا جاسکتا تھا آشکار کر دیا۔ تجھے اپنی بلند نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا۔

زبان دعا، تضرع اور اعتراف پر مبنی

ائمہ اطہار خصوصاً حضرت امام سید الساجدینؑ دعا کے وقت شدت سے گریہ وزاری کرتے تھے جس سے انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اس تضرع اور گریہ کا راز کیا ہے؟ جب کہ وہ حضرات گناہوں سے پاک اور عالم امکان کے اعلیٰ ترین وجود کے حامل تھے؟

شاید اس کا راز اس بات میں پوشیدہ ہو کہ وہ حقیقت میں داعی تھے اور ان کی دعائیں واقعی تھیں، اس لئے ایسی دعا میں تضرع اور گریہ وزاری کا ہونا ضروری ہے۔ جب فقیر محض اپنے فقر اور نقص کو غنی مطلق کے آئینہ میں دیکھتا ہے تو اسے وحشت ہوتی ہے اور پھر جب داعی اپنے آئینہ فقر میں غنی مطلق کی جھلک دیکھتا ہے تو یہ وحشت اشک وزاری میں تبدیل ہو جاتی ہے جس سے وحشت جاتی رہتی ہے اور تضرع وزاری بڑھتا رہتا ہے۔ تضرع، انابت اور گریہ زبان دعا کی ذاتی خصوصیت ہے جس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ جہاں داعی تضرع وزاری سے خالی ہے، وہاں در حقیقت زبان دعا موجود نہیں ہے اور دعا کرنے والا فقط زبانی طور پر اللہ کو پکار رہا ہے۔

حضرت سید الساجدینؑ اور تمام ائمہ اطہارؑ کی دعاؤں میں استغفار کثرت سے پایا جاتا ہے۔ آپ حضرات کی دعاؤں میں گریہ وزاری، عجز و ناتوانی اور کوتاہیوں کا اظہار اور گناہوں، جہالت اور ناتوانی کا اعتراف پایا جاتا ہے، جب کہ گناہ و قصور ان کے قریب بھی نہیں آسکتے، اس لئے کہنا چاہئے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی دعاوں کی یہ خصوصیت، زبان دعا کی ذاتی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔ حضرت سید الساجدین علیہ السلام دعای ابو حمزہ ثمالی میں فرماتے ہیں:

فو عزتك يا سيدی لوانتهرتنی ما برحت من بابك ولا كففت عن تملقك۔ ترجمہ: اے میرے مولا تجھے تیری عزت کی قسم! اگر مجھے اپنے سے دور کرے گا میں تیرے درخانہ سے نہیں جاؤں گا اور تیری تملق گوئی سے بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔[۱]

هذا مقام من تداولته ايدی الذنوب و قادته ازمه الخطايا۔ ترجمہ: یہ مقام اس کا ہے، جسے اس کے گناہوں نے گمراہ کر رکھا ہے اور اس کے خطا کی باگ ڈور اپنے پیچھے کھینچ رہا ہے شیطان اس پر غالب ہو گیا ہے اس لئے تیرے حکم کی بجاآوری میں کوتاہی کرتا ہے۔[۲]

اللهم انی اعتذراليك من جهلی واستوهبك سوء فعلی ۔ترجمہ: اے پروردگار میں اپنی جہالت اور نادانی کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور اپنے برے افعال کی بخشش کا تقاضا کرتا ہوں۔[۳]

اَللّٰهُمّ اِنّی اَسَالُكَ سُوالَ مَنِ اشتدَّت فَاقَتُهُ وَ ضَعفت قُوَّتُهُ وَ كَثرتُ ذُنُوبه، سُوالَ مَنْ لا يَجِدُ لِفَاقَتِهِ مُغيثاً و لا لضعفه مقوياً و لا لذنبه غَافراً غَيرَك ۔ترجمہ: پالنے والے! من اس شخص کی طرح ہوں جو سخت ضرورت مند ہے اور اس کی طاقت زائل ہو گئی ہے اور اس کی گناہیں زیادہ ہو گئی ہیں تیرے علاوہ میرا کوئی فریاد رس نہیں ہے۔ اور اس کی کمزوری کو کوئی اور دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اس کے گناہوں کو کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے[۴]۔

زبان دعا، اصرار اور تاکید پر مبنی

اپنی درخواست پر اصرار کرنا زبان دعا کی خاص بات ہے۔ یہ واضح خصوصیت، زبان دعا کی حقیقت اور اسی سے جدائی ناپذیر ہے۔ اصرار اور الحاح دو طرح کا ہوتا ہے یا تو ہم مدعو کے غنا کا اعتراف کرتے ہیں جو خود مدعو کی ایک قسم کی تسبیح اور تحمید ہے اور یا درخواست و طلب ہے جو کہ فقر کے آئینہ میں غنی کی شعاوں

۱۔ مفاتیح الجنان، ص ۳۱۹
۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۱
۳۔ ایضاً، دعا ۳۱
۴۔ ایضاً، دعا ۴۵

کاانعکاس ہے۔ اسی لئے ائمہ معصومین علیہم السلام نے اپنی تعلیمات میں بتایا ہے کہ ہم دعا کے وقت الحاح و اصرار کریں اور صحیفہ سجادیہ میں اس خصوصیت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول خداؐ سے روایت ہے: ان اللہ یحب السائل اللحوح ۔[1] ترجمہ اللہ تعالیٰ اصرار کرنے والے سائل کو دوست رکھتا ہے۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: ان اللہ عز وجل کرہ الحاح الناس بعضھم علی بعض فی المسالہ و احب ذالك لنفسہ، ان اللہ عزّ وجل یحب ان یسال ویطلب ما عندہ ۔[2]

صحیفہ سجادیہ میں ایک ہی مضمون کو الگ الگ عبارتوں میں بیان کرنے کا راز بھی یہی ہے۔ بطور نمونہ امام سید الساجدینؑ ایک دعا میں فرماتے ہیں:

اللھم صلِّ علی محمد و آلہ و کن لدعائی مجیباً و من ندائی قریباً و لتضرعی راحماً و لصوتی سامعاً۔[3]

بل انا یا الٰھی اکثر ذنوباً ۔[4]

زبان دعا اخلاص پر مبنی

زبان دعا اس وقت انسان پر اثر انداز ہوتی ہے جب داعی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارے اور اپنے فقر وجودی کو اس کے غنا کے سامنے قرار دے اور کسی بھی طرح سے ظاہری اسباب و وسائل پر نظر نہ کرے۔ حقیقت میں جس وقت زبان دعا، نظام ربوبی کے افق علیت محض پر جاری ہو اور داعی اور دعا دونوں حقیقی ہوں نہ مجازی، اخلاص قہراً ظاہر ہو جاتا ہے، اسی لئے جہاں دعا کے وقت اخلاص نہیں ہوتا اور داعی ریاکاری میں رہتا ہے اور یا غیر خدا سے لو لگائے رہتا ہے تو وہ دعائے مجازی میں پھنسا ہوا ہے اور خداوند متعال نے دعائے داعی کی قطعی اجابت کا وعدہ حقیقی معنی کے لئے کیا ہے نہ کہ دعائے مجازی کے لئے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان لوگوں کے جواب میں جنھوں نے آپؑ کی خدمت میں سوال کیا تھا کہ کیوں

۱۔ المحجۃ البضا، ج ۲، ص ۲۸۲
۲۔ اصول کافی، ج ۴، ص ۲۸۲
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱۳
۴۔ ایضاً، دعا ۱۶

ہماری دعائیں مستجاب نہیں ہوتیں؟ فرمایا: "لا نکم تدعون من لا تعرفون وتسئلون ما لا تفهمون"[۱]

امام سید الساجدینؑ اس حقیقت کے بارے میں اس طرح فرماتے ہیں: "اللهم انی اخلصت بانقطاعی الیك واقبلت بكلی علیك و صرفت وجهی عمن یحتاج الیٰ رفدك۔۔۔"

ترجمہ: خدایا، دوسروں سے الگ ہو کر خالصانہ تجھ سے متصل ہو رہا ہوں اور اپنے تمام وجود کے ساتھ تیری طرف آیا ہوں اور ہر اس شخص سے جو تیری بخشش کا محتاج ہے اس سے منہ موڑ چکا ہوں۔

منابع و مآخذ:

- ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، تعلیق ابو العلا عفیفی، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۰ق
- تہرانی، جواد، عارف و صوفی چہ می گوید، بنیاد بعثت، تہران، ۱۳۶۹
- جوادی آملی، عبد اللہ، مبدأ و معاد، انتشارات الزہرا، قم، ۱۳۶۴
- حائری، سید مہدی، دایرة المعارف تشیع (ج ۷)، نشر شہید محبی، تہران، ۱۳۸۰
- خراسانی، محمد کاظم، کفایة الاصول، مؤسسہ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۲ق
- شعرانی، ابو الحسن، صحیفہ سجادیہ، ترجمہ و شرح شعرانی، کتاب فروشی اسلامیہ، تہران
- صحیفہ سجادیہ، ترجمہ علی شیروانی، دار الفکر، قم، ۱۳۷۹
- صدر المتالہین، محمد بن ابراہیم، الشواہد الربوبیہ، تعلیق و تصحیح آشتیانی، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۶۰
- صدر المتالہین، محمد بن ابراہیم، الحکمہ المتعالیہ فی الاسفار الاربعہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۱م
- طباطبائی، محمد حسن، المیزان فی تفسیر القرآن، مؤسسہ الاعلمی، بیروت، ۱۳۹۳ق
- طباطبائی، محمد حسن، نہایہ الحکمہ، انتشارات دار التبلیغ، قم، ۱۳۶۳
- فعال عراقی، حسین، داستان ہای قرآن و تاریخ انبیاء در المیزان، نشر سجان، تہران، ۱۳۷۸
- فیض، محسن، المحجہ البیضاء (۸ جلدی)، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۳۸۳ق
- فیض، محسن، تفسیر الصافی، دار المرتضی للنشر، مشہد، ۱۳۹۹ق

۱۔ فیض، محسن، تفسیر الصافی، ج ۱۰، ص ۲۵۴

❖ قمی، عباس، مفاتیح الجنان، انتشارات حر، تہران، ۱۳۷۸
❖ کلینی، محمد ابن یعقوب، اصول کافی، ترجمہ سید جواد مصطفوی (۴ جلدی)، نشر اہل البیت، تہران
❖ لاہیجی، عبدالرزاق، گوہر مراد، تہران، کتاب فروشی اسلامیہ، تہران، (۱۳۶۵)
❖ لاہیجی، محمد، مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز، کتابفروشی محمودی، تہران، ۱۳۶۸
❖ مجلسی، علامہ محمد باقر، بحار الانوار، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق
❖ نائینی، میرزا محمد حسین، فوائد الاصول، مؤسسہ نشر اسلامی، قم، ۱۴۱۲ ق
❖ نہج البلاغہ، ترجمہ محمد دشتی، نشر روح، قم، ۱۳۷۹